ڈاکٹر عبدالرحمن نعیم

شریعت یا جمہوریت

مقالہ خصوصی

آج کل مغرب کی طرف سے فیشن کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ جس کا نام عرف عام میں جمہوریت رکھا گیا ہے۔ جس طرح ہر فیشن یا فیڈ کے خلاف کوئی دلیل کارگر نہیں ہوتی اسی طرح اندھی تقلید کا یہ طوفان بھی عقل و ہوش کی کوئی بات سننے سے انکاری ہے۔ حالانکہ یہ نظام جو مغرب سے درآمد کردہ تمام تر اداروں پر مشتمل ہے سوائے کافروں کی نظریاتی غلامی کے اور کوئی چیز نہیں اور اسلام اور شریعت سے تو اس کا دور کا واسطہ بھی نہیں! لیکن تلبیسِ ابلیس کا کمال دیکھئیے کہ بہت سے لوگ اسے اسلامی جمہوریت کا لقب دینے کی کوششوں میں بھی مصروف ہیں!

مغرب زدہ لوگوں کا ایک ایسا گروہ جس کے مفادات غیر ملکی آقاؤں کی بندگی سے منسلک ہیں اس نظام حکومت کی واضح ناانصافیوں کے خلاف کوئی بات سننا گوارا نہیں کرتا۔ گویا کہ یہی اس کا دین و مذہب ہے۔ اور پھر یہی لوگ آزادی اظہار خیال اور آزادیٔ دین و مذہب کے نعرے بھی لگاتے جاتے ہیں اور کھلے ذہن اور تنقید برداشت کرنے کے دعوے بھی کرتے جاتے ہیں۔ لیکن اسلامی عقائد کے مالک لوگ اگر کسی ناانصافی کے خلاف احتجاج کریں تو چند کھڑکیوں اور دروازوں کو توڑ پھوڑ سے بچانے کی خاطر نہتے لوگوں پر اندھا دھند گولیوں کی بوچھاڑ کر دیتے ہیں۔ اپنے قول و فعل کا یہ تضاد نہ ان کے اپنے شعور میں کوئی ہلچل مچاتا ہے نہ ان کے پیروکاروں کے ذہن میں! کیونکہ فیشن بہرحال فیشن ہے لیکن جو لوگ مغرب کی اندھی تقلید کی بجائے انسانی عقل و شعور پر زیادہ بھروسہ کرتے ہیں۔ ان کے غور و خوض کے لئے ہم جمہوریت کے چیدہ چیدہ اوصاف کو زیرِ بحث لانے کی غرض سے یہاں پیش کرتے ہیں۔

عوام کی حکمرانی:

عوام پر، عوام کے لئے، عوام کی حکمرانی اس مغربی طرزِ حکومت کا سب سے بڑا نعرہ ہے۔ جو سراسر فریب ہے۔ کیونکہ دنیا کی تاریخ میں آج تک کوئی جمہوریت ایسی نہیں آئی جس نے یہ دعویٰ پورا کیا ہو اور اپنے تمام عوام کو خوش رکھا ہو! وہاں بھی غریب لوگ غریب ہی رہے، امیر لوگ امیر ہی رہے، اور اکثریت حکومت سے ناخوش! مگر اس خاموش اکثریت کی آج تک جمہوریت میں کسی نے آواز نہیں سنی۔ کیوں؟

پاکستان کے حالیہ انتخابات میں بھی ساٹھ فیصد عوام نے حصہ نہیں لیا۔ اور اس نظام سے عدم دلچسپی کا ثبوت دیا۔ اس "خاموش اکثریت" کا فیصلہ کسی کے کان پر جُوں بن کر بھی نہیں رینگا! کیوں؟

کیا اس لئے کہ جمہوریت میں عوام کی بھلائی کی فکر کے پیچھے ہر طالع آزما سیاست دان کو اپنے حلوے مانڈے کی فکر پڑی ہوئی ہے؟ ورنہ اتنا بڑا اور اتنا واضح گروہ کیسے نظر انداز کیا جاسکتا تھا اور اکثریت کے دعوے کرنے والا ہر سیاست دان اس خاموش اکثریت کو کیونکر بھول گیا؟

کسی نے ملک و قوم کے ساٹھ فیصد عوام سے یہ پوچھنے کی کوشش نہیں کی کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ کیونکہ مغربی

اکا نے خود بھی کبھی ایسا کام نہیں کیا تو اس کے نظریاتی غلاموں کے ذہن میں یہ بات کیسے آسکتی تھی۔

اس اتنی بڑی ناانصافی نے کسی جمہوریت پسند کے ضمیر میں کوئی خلش پیدا کی؟

ذرائع ابلاغ کی عوام دوستی اور مسائل کی نشان دہی اور سچ کی ترجمانی کدھر گئی؟

مغرب کے بزعم خود انسانی حقوق کے کمشن اور دیگر انسان دوست ادارے کہاں گم ہو گئے؟

اور وہ لوگ جو حکمران جماعت سے اختلاف رکھتے ہیں اور اس کی پالیسیوں سے ناخوش ہیں کیا وہ لوگ عوام کی فہرست سے خارج ہیں؟ ان کی خوشیوں اور امیدوں کا ستیاناس کیوں کیا جاتا ہے؟ کیا تعداد میں کم ہونا ایک ایسا بھیانک جرم ہے۔ کہ ان کی زندگی عذاب بنا دی جائے اور ان پر اپنے نظریات زبردستی تھوپ دیئے جائیں اور ان پر ظالمانہ اور انتقامی ٹیکسوں کی بوچھاڑ کر دی جائے۔ اور ایسی اقتصادی اور فوجی پالیسیوں پر ان سے جابرانہ طور پر تابعداری کرائی جائے جن سے تعاون کرنا وہ ہرگز پسند نہیں کرتے اور جن سے ان کے دین و مذہب تک میں بے جا مداخلت ہوتی ہو۔

جمہوری نظام حکومت میں طاقت کے اس بے جا استعمال کے خلاف کیا ضمانت ہے جو حکمران جماعت اپنی حریف سیاسی قوتوں کے خلاف روا رکھ سکتی ہے۔

یہ سب کچھ اس کی اپنی صوابدید پر ہی تو منحصر ہے؟!

اور اگر اس طرز حکومت کا شریعت سے موازنہ کیا جائے تو حکمرانی کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

ترجمہ۔ ''حکم کرنے کا اختیار صرف اللہ کو ہے!'' (یوسف ۴۰)

ترجمہ۔ اور یقین رکھنے والوں کے لئے اللہ سے اچھا حکم کس کا ہے۔ (المائدہ ۵-۵)

ترجمہ۔ اور ہم نے جو پیغمبر بھیجا ہے۔ اس لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے (النساء۔ ۶۴)

اور اللہ کے تمام بندوں پر فرض ہے کہ وہ اپنے پروردگار کے احکام پر عمل کریں اور قانون شریعت اسلام کا ہو۔ جو نہ کسی انسان نے بنایا۔ نہ بنا سکتا ہے۔ اور جو یکساں طور پر سب پر لاگو ہوتا ہو۔ اور کسی فرد واحد یا جماعت کی صوابدید پر منحصر نہ ہو اور اگر ایسا نہیں ہو سکتا اور جمہوریت میں یقیناً ایسا نہیں ہو سکتا۔ تو پھر یہ جمہوریت نعوذ باللہ اسلام کی روح یا شریعت کے مطابق کیسے ہو سکتی ہے؟ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی جگہ عوام کو حکمرانی کا حق دینا تو شرک ہے۔ اور شرک وہ گناہ ہے جو اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں فرمائے گا۔ کوئی ہے جو سوچے اور سمجھے۔

اکثریت کی برتری:

عامتہ الناس کی خاموش اکثریت کو چھوڑ کر باقی اقلیت میں سے جو جماعت اکثریت میں ہو اس کو ہر بات میں من مانی کرنے کا حق ہے۔ یہ جمہوریت کا دوسرا بڑا انکشاف ہے اور اس کے خلاف کوئی دلیل نہیں سنی جا سکتی کیونکہ پچاس بیوقوف مل کر یہ دعویٰ کر دیں کہ انچاس عالم اور دانا لوگ احمق ہیں تو جمہوریت کی انوکھی منطق کی رو سے ان کے خلاف یہ قانون پاس کر دیا جاتا ہے اور جمہوریت میں احمق ہی گردانے جاتے ہیں چاہے حقیقت اس کے برعکس ہو!

اب یہ قدرت کی "غیر جمہوریت نوازی" ہی سمجھئے کہ عالم اور دانا لوگ خال خال ہی پائے جاتے ہیں اور کمیاب ہیں جبکہ اکثریت ان لوگوں کی ہے جن کی عقل نوے اور ایک سو دس کے درمیان پائی جاتی ہے جو نہ رموز سلطنت کو سمجھنے کی اہلیت رکھتے ہیں نہ عوام کی رہنمائی کا سلیقہ۔ یہ لوگ تو مشکل سے اپنے گھر کے مسائل بھی حل نہیں کر پاتے پھر اگر یہ سارے عوام رہنما بن بیٹھیں تو ان کی پیروی کرنے والے کہاں سے آئیں گے؟ اور اگر اس عجیب و غریب منطق کا موازنہ شریعت سے کیا جائے تو لوگوں کی اکثریت تو گمراہ ٹھہرتی ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ: "اور اکثر لوگ جو زمین پر آباد ہیں (گمراہ ہیں) اگر تم ان کا کہا مان لو گے۔ تو وہ تمہیں اللہ کا رستہ بھلادیں گے۔ یہ محض ظن کے پیچھے چلتے اور نرے اٹکل کے تیر چلاتے ہیں۔" (الانعام ۱۱۷)
اور یہ مغربی نظام جو گمراہ اکثریت کے بل بوتے پر قائم ہے، پھر اسلام کے مطابق کیسے ہو گیا؟۔"

ووٹ اور مساوات:

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نظر میں حق اور باطل برابر نہیں ہوسکتے! نہ اندھا اور دیکھنے والا برابر ہیں نہ عالم اور جاہل برابر ہیں نہ نیک اور بد برابر ہیں (نہ جرائم پیشہ لوگ اور شریف شہری ہی برابر ہوسکتے ہیں)
لیکن جمہوریت کی انوکھی منطق سے سب برابر ہو جاتے ہیں اور ایک ووٹ کے حق دار قرار پاتے ہیں البتہ نوجوان ووٹ کے حق سے متعصبانہ طور محروم رکھے جاتے ہیں۔ چاہے ان میں سے بعض کتنے ہی عقلمند، عالم، اعلیٰ کردار کے مالک اور ذہین و فطین کیوں نہ ہوں۔
جمہوریت کے ان سنہری اصولوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں تو پھر یہ نظام اسلام کے تقاضوں کے مطابق کیسے ہو گیا؟

بددیانتی:

مغربی ممالک کی ترقی یافتہ جمہوریتوں میں بھی بتایا جاتا ہے۔ پچیس فیصد ووٹ بددیانتی اور جعلسازی سے حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی اضافہ کر دیا جاتا ہے کہ باقی تو ٹھیک ہوتے ہیں۔ پھر ایک اور بہانہ پیش کیا جاتا ہے کہ بس یہ نظام اپنی خامیوں کے باوجود دنیا کا بہترین نظام ہے۔ اگر آپ کے پاس اس سے بہتر نظام ہے تو پیش کیجیے۔

لیکن "پیش کیجئے" والی صلح زبانی ہی زبانی ہے۔ کہیں اسے اصلی سمجھنے کی غلطی نہ کر بیٹھیں۔ ورنہ سارا مغرب آپ کے خلاف خلافت راشدہ کا نظام پیش کرنے سے پہلے ہی چلانے لگ جائیگا۔ کہ "آمریت آ گئی" "بنیاد پرستی آ گئی"

اور شریعت اسلام سے اس بددیانتی کا موازنہ کریں تو شریعت تو پچیس فیصد کی جگہ اعشاریہ ایک فیصد بددیانتی کو بھی قبول کرنے کو تیار نہیں۔ تو پھر یہ نظام اسلام کے مطابق کیونکر قرار پا گیا؟

انتخابی رنجشیں:

کسی ملک میں انتخابی رنجشیں ہوں نہ ہوں۔ پاکستان میں ان کا وجود اس نظام کا سب سے بڑا شاخسانہ ہے جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ یہ درآمد شدہ نظام ہمارے قومی مزاج کو سازگار نہیں۔ پھر بھی اسے ہمارے گلے میں گزشتہ چالیس سال سے یہ کہہ کر ٹھونسا جا رہا ہے کہ اسے چلنے کا موقع دیں اس کے مقابل آج تک کسی سیاسی جماعت کو یہ کہنے کی توفیق نہیں ہوئی کہ جمہوریت کے ساتھ چالیس سال کا تجربہ بہت ہو چکا۔ اب تھوڑا سا وقت خلافت راشدہ کے نظام کو بھی چلنے دیں۔ آخر دین اسلام کے خلاف آپ لوگ اتنے متعصب کیوں ہیں؟

بہر حال انتخابی رنجشوں سے وابستہ قتل و غارت اور دیگر جرائم انتخابات کے دوران اپنی انتہا کو پہنچ جاتے ہیں۔ اور پھر سارا سال لوگوں کو انہی باتوں میں مصروف رکھتے ہیں۔ اور انتخابی عمل میں ملک و قوم کا جو روپیہ پیسہ اور وقت اور وسائل ضائع ہوتے ہیں۔ وہ الگ! یہ ایک ایسا تخریبی کھیل ہے۔ جس کی مثال جوئے کی سی ہے کہ اس کی ہار جیت کے ذریعے سے شیطان مسلمانوں کے درمیان بغض و عداوت ڈال کر انہیں آپس میں لڑا دیتا ہے۔ اور آپس میں لڑ کر مسلمان قوم کمزور اور بزدل ہو جاتی ہے۔ شریعت میں ایسی کوئی بات جائز نہیں ہو سکتی جو مسلمانوں میں بغض و عداوت کا باعث بنے اور جس کے سبب قتل و غارت اور گناہ اور جرائم میں اضافہ ہو۔

برائی کی جڑ:

انتخابی عمل میں زبردست خرچہ اور مدمقابل کے خلاف جوڑ توڑ، چالبازی اور مکاری کی آزادی اس سارے نظام میں برائی کی جڑ ہے ظاہر ہے کہ جو شخص بیس پچیس لاکھ روپے لگا کر انتخاب جیتنے کی امید رکھے گا۔ وہ جیت کر اپنا سارا خرچہ مع منافع وصول کرنے کی توقع بھی لگائے بیٹھا ہو گا۔ اور جو شخص روپے پیسے کے سیاسی استعمال، جوڑ توڑ، چالبازی اور مکاری میں ماہر ہو گا وہی جیتے گا۔ تو اس قسم کا کاروباری اور چالاک عوامی نمائندہ لوگوں کی خدمت خواہ مخواہ کرنے کی حماقت تو نہیں کرے گا۔

پھر اس طرح کے ایک سے بڑھ کر ایک سیاستدان عوامی نمائندوں کا گروہ حکومت ہاتھ آ جانے کے بعد جو سب سے پہلا ملی بھگت والا کام کرے گا وہ تو سب کو پہلے سے ہی معلوم ہونا چاہیے۔ آخر کوئی شریف آدمی ہر بار بیس پچیس لاکھ روپیہ لٹا کر عوام کی خدمت کب تک کر سکتا ہے؟ اور سب سے اہم بات تو یہ کہ وہ اتنا فالتو پیسہ حق حلال کی کمائی سے لا کہاں سے سکتا ہے؟

لوٹ کھسوٹ اور جوڑ توڑ کا یہ سارا تخریبی عمل کیا شریعت اسلام کے مطابق ہو سکتا ہے؟ حالانکہ شریعت میں تو حکومت کے کسی عہدے کی تمنا رکھنا اور اس کا امیدوار بننا ہی منع ہے۔!

اختیارات کی تقسیم:

اگر تمام اختیارات ایک ہاتھ میں مجتمع ہوں تو فیصلے جلد اور آسان ہو جاتے ہیں۔ جتنا ان اختیارات کو تقسیم کرتے چلے جائیں فیصلے اتنی ہی تاخیر اور پیچیدگی کا شکار ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مگر جمہوریت کا فلسفہ یہی کہتا ہے کہ

اختیارات ایک ہاتھ میں نہیں ہونے چاہئیں کیونکہ اس طرح آمریت آ جاتی ہے۔ البتہ یہ اختیارات بہت سے بدعنوان ہاتھوں میں مجتمع ہو کر جتنی مرضی ہے دھاندلی مچالیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

کیا آپ نے دیکھا کہ جمہوریت نواز ذہنوں نے کتنا اچھا حل نکالا ہے؟ اس طرح عوام کو دوہرا نقصان ہوا۔ اختیارات کے ناجائز استعمال کا مداوا بھی نہ ہوا اور ہر کام میں تاخیر اور پیچیدگی الگ سے نمودار ہو گئی!

اس پر مستزاد یہ کہ بیورو کریسی کے ارکان تو اعلیٰ علمی اور ذہنی قابلیت کے مالک رکھے گئے۔ اور ان پر وزیر لگا دیا کم علم یا بالکل انگوٹھا چھاپ قسم کا عوامی نمائندہ اس طرح کی کھچڑی پکا کر جمہوریت نا انصافی اور بدعنوانی کی بنیاد تو خود فراہم کرتی ہے اور الزام دیتی ہے آمریت کو!

یہ وزیر اور ارکان پارلیمنٹ سب عارضی ہوتے ہیں۔ اکثر دوبارہ منتخب ہونے کی امید نہیں رکھتے۔ اس لئے وہ سب کام ایک ہی بار میں سر انجام دینا چاہتے ہیں، اور جلد۔ مگر اختیارات کی تقسیم اور ذہین فطین بیورو کریسی جلدی کے راستے کی رکاوٹ ہوتی ہے اس لئے بیورو کریسی سے جوڑ توڑ اور چالبازی کے بل بوتے پر اکثر ناجائز کام کروائے جاتے ہیں۔ جس میں یہ عوامی نمائندے بڑے ماہر ہوتے ہیں! اور پھر بیورو کریسی کو بھی لائسنس مل جاتا ہے وہ بھی خوب ہاتھ رنگتے ہیں عوام کے لہو سے۔ اور بدعنوانی کا یہ لامتناہی سلسلہ کبھی ختم ہونے میں نہیں آتا۔

یہ ساری بدعنوانی، مفاد پرستی اور چالبازی شریعت سے ہرگز مطابقت نہیں رکھتی۔

جمہوریت اور آمریت:

اہل جمہوریت پر ہر وقت آمریت کا خوف سوار رہتا ہے کیوں؟

اگر ایک مسلمان کی آنکھ سے دیکھا جائے تو کائنات کا سارا نظام ایک آمر مطلق کے ہاتھوں میں ہے اور بے مثال خوش اسلوبی سے چل رہا ہے۔ اگر، آمر مطلق ہونا کوئی غلط بات ہوتی تو پروردگار اسے اپنے لئے ہرگز پسند نہ فرماتا کیونکہ اس کے تمام نام اچھے اچھے ہیں۔ پھر قرآن مجید میں قادر مطلق ارشاد فرماتا ہے کہ

ترجمہ: "کہہ دو کہ اگر اللہ کے ساتھ اور معبود ہوتے جیسا کہ یہ کہتے ہیں تو ضرور مالکِ عرش کی طرف (لڑنے بھڑنے) کیلئے رستہ نکالتے!" (بنی اسرائیل ۴۲)

ترجمہ: "اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو زمین و آسمان درہم برہم ہو جاتے۔ جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں۔ رب العرش ان سے پاک ہے!" (الانبیاء ۲۲)

غور کیجئے۔ کہ پروردگار کائنات کے درجے کی ہستی بھی اگر ایک سے زائد ہو جائے تو اختیارات کی تقسیم میں لڑائی بھڑائی اور توڑ پھوڑ لازم ہو جاتی ہے۔ تو پھر جمہوریت میں ایسا ہونا تو ناگزیر ہے جبکہ عوامی نمائندے بشری اور حیوانی خامیوں سے بالاتر رہ ہی نہیں سکتے۔

کیا اس غیر فطری اور غیر قدرتی نظام کا شریعت اسلام سے کوئی واسطہ ہو سکتا ہے؟

پھر قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔ کہ

ترجمہ: "اور ہم نے جو پیغمبر بھیجا ہے۔ اس لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے!"

اور اگر ایک ہاتھ میں اختیارات کا مجتمع ہونا ایسا ہی برا ہوتا۔ جیسا کہ جمہوریت کے دلدادہ لوگ بلادلیل و مشاہد

طوطے کی طرح رٹنے پر بضد ہیں۔ تو پیغمبروں کے ہاتھ میں شریعت کے سارے احکام کیوں مجتمع کر دیئے جاتے؟ جبکہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام، حضرت طالوت علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، اور حضرت سلیمان علیہ السلام تو باقاعدہ بادشاہت اور آمریت (الہامی آمریت) کے علمبردار تھے اور خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے سامنے بھی کسی مسلمان کو چون و چرا کرنے کی اجازت نہیں دی شریعت نے!

اور پھر تمام خلفائے راشدین بھی تو آمر تھے۔ لیکن آمر تھے صرف اللہ تعالیٰ کے احکام اس کے بندوں پر جاری کرنے میں! خود بیٹھ کر اپنی حرص اور خواہش کے مطابق قانون گھڑنے والے نہیں تھے۔

البتہ جس بات میں انہیں نہ تو قرآن مجید سے صراحتاً کوئی رہنمائی ملتی نہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تائید حاصل ہوتی اس امر میں شریعت کا مقتضا اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی سے قریب ترین طرز عمل معلوم کرنے کے لئے وہ اہل علم اور اہل بصیرت صحابہؓ اور مشیروں سے مشورہ ضرور کر لیا کرتے تھے۔ جسے اسلام میں شوریٰ کا نام دیا جاتا ہے۔ لیکن وہ ہر حال میں شوریٰ کے مشوروں کے پابند نہیں ہوا کرتے تھے۔ جیسا کہ پارلیمنٹ کا قانون ہے اور جب شوریٰ کے عمل کے بعد اللہ تعالیٰ کی رضا اور شریعت کے مقتضا سے قریب ترین طرز عمل معلوم ہو جاتا ہے۔ تو پھر اللہ کے بھروسے پر اسی پر کاربند ہو جاتے۔ عوامی رد عمل اور عوامی خواہشات کی پیروی نہیں کیا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ مغربی استعمار کی طرح کافرانہ ذہن نہیں رکھتے تھے۔

کیا جمہوریت کے نظریاتی غلام یہ چاہتے ہیں کہ خلفائے راشدین سے لے کر سلطان صلاح الدین ایوبی تک اور سلطان محمود غزنوی سے لے کر اورنگ زیب عالمگیر تک عالم اسلام کی سنہری تاریخ کو غلط اور ناجائز آمریت سے عبارت کر دیں؟

کیا جمہوریت کی بے جا پرستش نے ہم کو اس درجہ احمق بنا دیا ہے کہ ہم اپنی ساری تاریخ پر سیاہی پھیر دیں۔ اپنے عظیم الشان ورثہ کا منہ چڑانے لگ جائیں۔ اور ماضی میں اپنی شاندار جڑوں کو اپنے ہی کلہاڑے سے کاٹ کے رکھ دیں۔؟

حقیقت میں آمریت اگر اتنی بُری ہوتی۔ جتنی کہ مغرب کے کافر اذہان نے پروپیگنڈا کر رکھا ہے۔ تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر پیغمبروں اور دین اسلام کو اس سے اتنا تعلق نہ ہوتا۔ البتہ وہ آمریت جو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام سے آزاد ہو وہ بہرحال اتنی ہی بری ثابت ہو سکتی ہے جتنی کہ مادر پدر آزاد جمہوریت!

اور شریعت کی نظروں میں حکومت ایک امانت ہے اور اس کا اہل قوم و ملک کا وہی شخص ہو سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ امانت دار اور علم و عقل کے لحاظ سے اس عہدے کا اہل بنایا ہوا سے "اصلح للمسلمین" اور "انفع للمسلمین" ہونا چاہیے۔

کیا جمہوریت کے خواب و خیال میں بھی کبھی ایسا منصفانہ اور فطری اصول گزرا ہے؟

اور چلتے چلتے ایک نظر اجمالی کے ساتھ ریاستہائے متحدہ امریکہ اور سعودی عرب کا موازنہ کر کے دیکھئے تو معلوم ہو گا کہ جمہوریت کے چیمپئین ملک میں جرائم کی انتہا ہو چکی ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ قتل اسی ملک میں ہوتے ہیں۔ اور خود کشی، چوری، ڈاکہ، زنا، لواطت، شراب نوشی، منشیات غرض ہر قسم کے جرائم کی وہ بھرمار ہے کہ

الامان! لیکن دوسری طرف اسلامی نظام حکومت کے خدوخال بڑی حد تک برقرار رکھنے والے ملک سعودی عرب میں دنیا کے سب سے کم جرائم واقع ہوتے ہیں۔ کیوں؟ آج پاکستان کے مغرب زدہ ذہن یہ بہانہ بناتے ہیں کہ یہاں جرائم آمریت کیوجہ سے بڑھے ہیں تو ریاستہائے متحدہ امریکہ میں جرائم کیسے بڑھ گئے۔؟ وہاں تو دو سو سال سے زیادہ عرصہ سے جمہوریت قائم ہے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجئے جس قوم نے پورے شمالی امریکہ کے براعظم سے ریڈ انڈین کی نسل نابود کر دی ان کیساتھ آٹھ سو کے قریب معاہدے کئے۔ جو سب کے سب جمہوریت کے چمپئین اس قوم نے توڑ ڈالے اور ساری دنیا میں تمباکو نوشی، شراب نوشی اور سفلس کو عام کیا۔ حتیٰ کہ اپنے ہی ملک میں کیمیائی اور ریڈیائی فضلہ جات کے اتنے بڑے ڈھیر لگائے کہ اپنے عوام کا جینا دوبھر کر دیا اور انہیں کینسر میں مبتلا کر کے مارنا شروع کر دیا ایٹمی اور جراثیمی اور گیسی ہتھیاروں کی وہ بھرمار کی کہ ساری نوع انسانی کو مکمل تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا۔۔۔۔ تو کیا ایسے ملک کے گمراہ اور انسان دشمن ہونے میں کسی کو کوئی شک ہے؟ اور یہی حال تمام جمہوریتوں اور اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی نافرمان قوموں کا ہے۔ کیونکہ وہ مادر پدر آزاد ہیں۔

کافروں کی نقل:

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ: "اور تم سے نہ تو یہودی کبھی خوش ہونگے نہ عیسائی، یہاں تک کہ ان کے مذہب کی پیروی اختیار کر لو! ان سے کہہ دو کہ اللہ کی ہدایت (یعنی دین اسلام) ہی ہدایت ہے اور اگر تم اپنے پاس علم کے آ جانے پر بھی ان کی خواہش پر چلو گے تو تم کو اللہ سے (بچانے والا) نہ کوئی دوست ہو گا نہ مدد گار"۔ (البقرہ-۱۲۰)

اور رسول اللہ صلی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

و من تشبہ بقوم فھو منھم

(جو کسی قوم سے تشابہ اختیار کرے گا وہ اسی قوم میں سے ہو گا)

نقل کرنے اور تشابہ اختیار کرنے کے منجمد نقصانات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان ذہنی اور فکری سطح پر غلام بن کر رہ جاتا ہے۔ اور اپنی ساری ضروریات غلامی کی پیداوار سے پوری کرنے لگتا ہے۔ مقولہ مشہور ہے کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے تو اگر ضروریات نقل اور غلامی فکر سے پوری ہونے لگیں تو ایجاد کی ضرورت ہی کہاں رہ جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایجادات سے ہم عاری ہیں اور مغرب کی غلامی ہم پر جاری و ساری ہے۔

آزادیٔ فکر:

آزادیٔ فکر کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم مغرب کی غلامی اور نقالی کے ترانے گانے لگ جائیں۔ آزادیٔ فکر کا حقیقی مطلب تو یہ ہے کہ کوئی فرد یا قوم اپنی فطرت اپنے مزاج اور اپنے رنگ کے مطابق اپنی ضروریات اور مسائل کا حل اپنی جداگانہ سوچ اور لائحہ عمل سے دریافت کرے اور پھر اسے انفرادی یا قومی غیرت اور حریت کے ساتھ رو بہ

عمل لا کے دکھائے چاہے اس بات پر اس کے پرانے آقا کتنے ہی ناراض کیوں نہ ہوں یہ ہے حقیقی اور غیرت مندانہ آزادی کی روح اور آزادی کا مطلب میوزک ۱۹۸۹ء اور نکٹائی اور گرم مرطوب آب و ہوا میں کوٹ پتلون کا عذاب اور مغربی اقوام کی غلامانہ پذیرائی اور نقالی سمجھ لینے والے بڑے افسوس ناک دھوکے میں ہیں۔ جمہوریت آزادی فکر کے گلے میں سب سے بڑا طوق ہے جو ہمیں کبھی راس نہیں آیا۔ مگر گزشتہ چالیس سال سے بار بار ہمارے گلے میں یہ کہہ کر ڈال دیا جاتا ہے کہ ذرا اسے رفاقت دو یہ ضرور تمہیں فٹ آجائیگا!

دوستو! ہوش کرو۔ اگر تمہاری فطرت اسلامی ہے، سوچ اسلامی ہے۔ پسند نا پسند اسلامی ہے، مزاج اسلامی اور تاریخ اور ورثہ اسلامی ہے، تو تمہیں مغرب کا نظام حکومت کیونکر راس آسکتا ہے۔ اور ایسے غلامی کے پھندے میں تم کیسے خوش رہ سکتے ہو؟ تم میں اتنی غیرت و ہمت اور آزادی فکر کیوں نہیں آجاتی۔ کہ تم اپنے مغربی اور لادینی آقاؤں کو نو (NO) کہہ سکو اور اپنا نظام حکومت اپنی چودہ سو سالہ درخشندہ تاریخ کے حوالے سے چن سکو۔ تب تمہاری جڑیں بھی مضبوط ہوں گی۔ اور تمہاری بار آوری بھی شاندار انہ۔

کیا تم اپنی ترقی، خوشحالی اور کامیابی سے ڈرتے تو نہیں ہو؟

شہری اور انسانی حقوق:

جمہوری حکومتوں کا یہ سب سے بڑا کھوکھلا نعرہ ہے کہ وہ عوام کے شہری اور انسانی حقوق بحال کرنے کی علمبردار ہیں! کیونکہ عملی سطح پر تمام جمہوریتیں دنیا میں جرائم میں سب سے بڑھ کر ہیں۔

اور جرم جب کہیں سرزد ہوتا ہے تو کسی نہ کسی انسان کے شہری یا انسانی حقوق کا اتلاف ضرور ہوتا ہے۔

گویا زبانی دعوؤں کے برعکس جمہوریت شہری اور انسانی حقوق کی سب سے بڑی قاتل ہے۔ ورنہ صدیوں سے قائم دنیا کی بڑی بڑی جمہوریتیں جرائم کی فراوانی میں یوں سرفہرست نہ ہوتیں جمہوریت میں آزادی کا مطلب صرف عریانی، فحاشی، بدکاری اور حرام خوری کی آزادی سے عبارت کیوں ہے؟ نہی عن المنکر اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اسلامی حقوق کی آزادی کیوں نہیں؟ شریعت کے احکام کی پابندی کرنے اور کرانے کی آزادی کیوں نہیں؟ کیا اسطرح مسلمانوں کے حقوق پر ڈاکہ زنی نہیں ہوتی؟

ہر بچے کو حق حاصل ہے کہ وہ پاک صاف ماحول میں پرورش پا سکے۔ وہ ماحول جو بدکاری اور فحاشی، لواطت، زنا اور حرام خوری اور منشیات (جن میں سرفہرست تمباکو نوشی اور شراب خوری ہیں) اور قتل و غارت اور لوٹ مار سے پاک ہو۔ اگر ان عوامل کو جمہوریت میں کھلی چھٹی دے دی جائے تو کیا ہر بچے کے پیدائشی حق پر ڈاکہ نہیں پڑتا؟ نیک اور شریف لوگوں کے حقوق کی پامالی کی یہ داستان جمہوریت کے متعصب اور یک طرفہ ذہن کی عکاسی کرتی

اس کے مقابل شریعت کے اصولوں پر بڑی حد تک قائم سعودی عرب کی حکومت کو دیکھئے تو ایک واضح اور حیران کن فرق نظر آئیگا۔ دنیا میں سب سے کم جرائم اور فوری عدل و انصاف اس کا طرۂ امتیاز ہے اور جو شہری اور انسانی حقوق شریعت نے جس طریقے سے متعین کر دئیے ہیں۔ ان کی نظیر تو جمہوریتوں میں عملی سطح پر کہیں نہیں ملتی! (مثلاً جلد اور سستا انصاف۔ کیا بغیر مقدمہ چلائے لوگوں کو دو دو سال تک قید کئے رکھنا انصاف ہے؟ تو پھر جمہوریتوں میں ایسا کیوں ہوتا ہے؟)

معیشت اور عزت:

شریعت نے معیشت اور عزت کو باہم دگر حفظ خلط ملط نہیں کیا۔ اور فطری درجہ بندی اور مراتب کو قدرت کے ایماء کے مطابق قائم رہنے دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ نظام کو مبنی بر حکمت اور قابلِ صد احترام سمجھا جاتا ہے۔ اور شریعت حرام کاروبار اور عقود فاسدہ پر پابندی عائد کرتی ہے۔ مگر رزق حلال کے حصول پر کوئی پابندی، کوئی قدغن اور کوئی حد مقرر نہیں کرتی۔ نہ امیر کے خلاف نفرت کے بیج بوئے جاتے ہیں۔ اور نہ غریب کے حقوق پر ڈاکہ ڈالا جاتا ہے نہ اس کی غربت سے سیاسی فوائد حاصل کئے جاتے ہیں۔ بلکہ ہر سطح پر معاشرے میں تعمیری تعاون کو فروغ دیا جاتا ہے۔ اور یہ معیشت کی تقسیم میں کمی بیشی چونکہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے۔ اس لئے اسے (نعوذ باللہ) غیر منصفانہ کہہ کر فتنہ و فساد پیدا نہیں کیا جاتا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ: ''اور اللہ نے رزق میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے'' (النحل ۷۱)

ترجمہ: ''کیا یہ لوگ تمہارے پروردگار کی رحمت کو بانٹتے ہیں؟ ہم نے ان میں ان کی معیشت کو دنیا کی زندگی میں تقسیم کر دیا اور ایک کے درجے دوسرے پر بلند کئے تاکہ ایک دوسرے سے خدمت لے اور جو کچھ یہ جمع کرتے ہیں تمہارے پروردگار کی رحمت اس سے کہیں بہتر ہے۔'' (الزخرف ۳۲)

اور عزت کو دولت کے ساتھ لازم و ملزوم نہیں ٹھہرا دیا۔ جیسا کہ جمہوریت کا خاصا ہے بلکہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ: اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ تقویٰ والا ہے'' (الحجرات ۱۳)

اور غور سے دیکھئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی بے سرو سامانی ایک طرف اور ان کے نفس انسانی کی ترقی اور عظمت کا حال دوسری طرف۔ دوسری طرف کس حقیقت کیطرف اشارہ کرتا ہے؟ کیا حضرت عمر فاروق نے حضرت عثمان کے مال و دولت پر کبھی حرص اور حسد کے ساتھ نظر کی یا کبھی انکی مفلوک الحالی ان کی عزت کی راہ میں حائل ہوئی؟ کیا ان کے لباس سادہ میں لگے متعدد پیوند کبھی ان کے لئے باعث شرم قرار دیئے گئے؟! اپنے تو اپنے تاریخ گواہ ہے کہ غیروں نے بھی بیت المقدس کے دروازے کھول کر ان کی تعظیم میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انسان کی ترقی اور عظمت فی الحقیقت مالی وسائل اور عیاشی کے ذرائع اور معیار زندگی کی ہرگز محتاج نہیں اسے اگر ضرورت ہے تو وہ ہے عزت نفس اور تقویٰ کی۔ اور ان دونوں سے جمہوریت کا دامن بالکل خالی ہے!

اور معیشت پر بے تحاشا کنٹرول اور عوام پر بالواسطہ اور بلاواسطہ ٹیکسوں کی بھرمار جمہوری نظام حکومت کی حرص زر کا شاخسانہ ہیں۔ تاجر اور صنعت کار ایک نہیں دس بارہ محکموں کا اپنے آپ کو بے دام غلام پاتے ہیں۔ اور اس شکنجے میں بے بسی کے ساتھ کسمسا کر رہ جاتے ہیں۔ بھلا ان سے پوچھو تو ان کی آزادی کو کیا ہوا؟! کیا تجارت کرنا یا ملک کی ترقی کے لئے صنعت لگانا جرم ہے؟ تو پھر ان پر حکومت کے بہت سے محکمے دن رات مسلط ہو کر انہیں یہ احساس کیوں دلاتے رہتے ہیں؟ اس کے برعکس جرائم پیشہ لوگوں کو معاف کرنے، ان سے انسانی ہمدردی کا سلوک کرنے اور ان کو لمبی لمبی اور متعدد مہلتیں دینے میں مغربی جمہوریت کا جواب نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ قاتل کیلئے موت

کی سزا وحشیانہ ہے؟ قاتل کو پھانسی دینے کی بجائے ووٹ دینے کا حق ملنا چاہیے۔ اور عمدہ کھانا اور رشتہ داروں سے ملاقات اور مفت وکیل اور کھیل و تفریح کی آسائیشیں میسر ہونی چاہیں تاکہ عوام کے ٹیکسوں سے چلنے والے خزانہ پر مزید ڈاکہ پڑ سکے۔ اور قتل کرنے کے بعد قاتل اپنے آپ کو لارڈ تصور کر سکے۔ اب آپ ہی بتائیے کہ اس جمہوری ترغیب سے قتل اور دیگر جرائم پھیلیں گے یا کم ہونگے۔ عزت بدمعاش اور جرائم پیشہ کی ہو گی یا اہل تقویٰ کی؟

----- اے حق و انصاف اور امانت و دیانت اور عزت نفس کیلئے واویلا کرنے والے مسلمانو! غور کرو کہ یہ اقدار تمہیں شریعت کے نفاذ سے حاصل ہونگی یا جمہوریت کے سراب سے ؟؟؟

فلاحی مملکت:

ہر مسلمان کی زندگی کا بنیادی مقصد فلاح دارین حاصل کرنا ہے اور فلاحی مملکت کا تصور بھی یہی ہے کہ صالح اقدار کی ایسی فصل معاشرے میں بوئی جائے جسے کاٹتے وقت عوام فرط تاسف سے انگلیاں نہ کاٹنے لگ جائیں اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیں کہ

"وہ قوم کبھی فلاح نہیں پائے گی جس نے حکومت عورت کے سپرد کر دی" (صحیح بخاری کتاب الفتن حدیث ۱۹۷۶)

تو پھر شک وشبہ والی بات ہی کونسی رہ جاتی ہے؟

ایسی حکومت ہرگز فلاحی نہیں ہو سکتی چاہے جمہوریت کا سارا زور اس کے پیچھے کیوں نہ ہو۔ اور ایک مسلمان قوم کی زندگی میں فلاح دارین کی نفی کے بعد کیا رہ جاتا ہے۔ جس کے لئے وہ زندہ رہے۔

تو کیا ایسی جمہوریت دین و دنیا کی بربادی کے مترادف نہیں؟

شیطان اور اسکے پھندے:

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ: یہ جو اللہ کے سوا پرستش کرتے ہیں تو عورتوں ہی کی اور پکارتے ہیں تو شیطان سرکش ہی کو! جس پر اللہ نے لعنت کی ہے۔ کہنے لگا میں تیرے بندوں میں سے ایک مقرر حصہ لے لیا کروں گا۔ اور ان کو گمراہ کرتا اور امیدیں دلاتا اور حکم کرتا رہوں گا۔ کہ جانوروں کے کان چیرتے رہیں اور یہ حکم بھی کرتا رہوں گا۔ کہ وہ اللہ کی بنائی ہوئی چیزوں کو بدلتے رہیں۔

اور جس شخص نے اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنایا وہ صریح نقصان میں پڑ گیا۔

وہ ان کو وعدے دیتا ہے اور امیدیں دلاتا ہے اور جو کچھ شیطان انہیں وعدے دیتا ہے وہ دھوکا ہی دھوکا ہے" (النساء ۱۲۰-۱۱۷)

مندرجہ بالا آیات مبارکہ میں شیطان کے تین بڑے ہتھکنڈوں کا ذکر ہوا ہے۔

۱۔ گمراہ کرنا (اندھیرے میں رکھنا۔ علم نہ ہونے دینا۔ کم علمی سے فائدہ اٹھانا)

۲۔ امیدیں دلانا (جھوٹی امیدوں سے سراب کی سی کیفیت پیدا کرنا)

۳۔ حکم دینا (طاقت، دھمکی، لالچ اور دباؤ کا استعمال)

اور ان ہتھکنڈوں سے شیطان انسان سے دو طرح کے کام کروانا چاہتا ہے۔

(ا) جانوروں کے کان چیرتے رہیں۔ پھر غیر اللہ کی نذر مانتے۔ اور طاغوت کی اندھی تقلید اور پرستش کرتے رہیں۔

(ب) اللہ کی تخلیق کردہ چیزوں کو بدلتے رہیں۔ یعنی اللہ کے بنائے ہوئے نظام میں خلل ڈالتے رہیں۔ قدرت کے کاموں میں دخل اندازی کرتے رہیں۔ فطرت کو مسخ کرتے رہیں۔ بزعم خود اللہ تعالیٰ سے بہتر تخلیق کرنے کا دعویٰ کرتے رہیں۔ اس طرح کے دھوکے میں بگاڑ اور فتنہ پیدا کرتے رہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سے بہتر نہ کوئی تخلیق کر سکتا ہے نہ کر سکے گا۔ اس لئے نظام قدرت میں دخل اندازی کی ہر انسانی کوشش بگاڑ ہی پیدا کرے گی۔ اور انسان کو اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہونے کا نااہل قرار دے گی۔ جو شیطان کا مقصد و منشاء ہے۔

ذرا غور سے عقل و مشاہدہ کی آنکھ کھول کر دیکھئے کہ کیا انہی ہتھکنڈوں سے شیطان نے جمہوریت اور لادینی ممالک میں یہی نتائج حاصل کر نہیں دکھائے؟

آخرت کی جوابدہی سے اندھیرے میں رکھ کر اور مذہبی علوم سے دور لے جا کر اور ترقی اور خوش حالی کی جھوٹی امیدیں دلا کر اور معاشی اور معاشرتی دباؤ اور فیشن اور فیڈ کے زور پر انہیں غلط مفروضوں اور اٹکل کے تیروں کے پیچھے لگا کر ان سے ہر طرح کے برے کام کروائے اور قدرت کے نظام میں سائنسی ترقی اور دریافت کے نام پر ان سے ایسی ایسی پلیدگی اور کثافت پیدا کروائی کہ ان کا اپنا ہی ملک ان کی زندگی کے لئے زہر آلود موت کا پیغامبر بن گیا۔

اس طرح قتل چوری، ڈاکہ زنی، فحاشی، جنسی بے راہروی کینسر، سلفس، ایڈز، تمباکو نوشی، شراب نوشی، منشیات، خودکشی، طلاق، پاگل پن، بے چینی، کرب، غرض ہر طرح کے شخصی اور معاشرتی جرائم کا شاہکار بن کر اور تباہ کن کیمیائی، ایٹمی جراثیمی، گیسی اور بارودی ہتھیاروں کا ایک آتش فشاں پہاڑ بن کر اور بحری، بری اور فضائی کثافتوں اور پلیدگیوں کا انبار بن کر مغرب اب ہمارے دروازوں پر دستک دے رہا ہے۔ کیا ہم طاغوت کی پرستش اور اندھی تقلید کے اس طوفان کو اندر آنے دیں گے؟ یعنی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۱۔ کیا ہم شیطان کی منشاء کے مطابق اندھیرے میں رہنا پسند کریں گے؟

نہ پوری طرح شریعت اسلامی کا علم حاصل کریں گے اور نہ جمہوریت اور مغربی علوم کے طلسم کو سمجھنے کی کوشش کریں گے تو ایسا ہی ہوگا!

۲۔ جھوٹی امیدوں کے سہارے بار بار اپنا ووٹ بیچتے رہیں گے اور مغرب کی طرف اس طرح دیکھتے رہیں گے۔ جیسے کوئی پیاسا سراب کی طرف دیکھتا ہے۔ تو بے شک ایسا ہی ہوگا!

۳۔ مغرب کی طاغوتی طاقتوں کے مالی، معاشرتی اور فوجی دباؤ اور امداد کے لالچ اور پروپیگنڈے کے آگے جھک جھک کر ان کی تھیوریوں اور مفروضوں اور حکموں کو اندھی تقلید اور پرستش کے ساتھ مانتے رہیں گے۔ اور عبرت کی آنکھ کھول کر ان کے اپنے انجام پر نظر نہیں کریں گے۔ اور اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے سچے رستے کو مغرب کے کہنے پر چھوڑ دیں گے اور قدرت کے نظام میں خلل ڈالنا اور فطرت کو مسخ کرنا شروع کر دیں گے۔ تو یقیناً

بقیہ ص ۴۷ پر